لله المشرق والمغرب

پیام مشرق

در جواب دیوان شاعر المانوی گوئٹے

به اقبال

معہ فرہنگ

ملنے کا پتہ

سلطان بک ڈپو کالی کمان روڈ مدرسہ دارالعلوم کا سر عالی آباد حیدرآباد دکن

مطبع اعظم جاہی برقی پریس شاہ علی بنڈہ حیدرآباد دکن

برچیده از کتابخانه دیجیتال هندوستان http://dli.iiit.ac.in
باز تکثیر از کتابخانه کتاب فارسی http://www.KetabFarsi.com

دیباچہ

"پیامِ مشرق" کی تصنیف کا محرک جرمن حکیم حیات "گوئٹے کا مغربی دیوان" ہے جس کی نسبت جرمنی کا اسرائیلی شاعر ہائنا لکھتا ہے۔

"یہ ایک گلدستۂ عقیدت ہے جو مغرب نے مشرق کو بھیجا ہے .... اس دیوان سے اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ مغرب اپنی کمزور اور سرد روحانیت سے بیزار ہو کر مشرق کے سینے سے حرارت کا متلاشی ہے"۔

گوئٹے کا یہ مجموعۂ اشعار جو اس کی بہترین تصانیف سے ہے اور جس کو اس نے خود "دیوان" کے نام سے موسوم کیا ہے کن اثرات کا نتیجہ تھا اور کن حالات میں لکھا گیا اس سوال کا جواب دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مختصر طور پر اس تحریک کا ذکر کیا جائے جس کو المانوی ادبیات کی تاریخ میں "تحریکِ مشرقی" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ میرا

قصد تھا کہ اس دیباچے میں تحریک گوئٹے پر کسی قدر تفصیل سے بحث کروں گا مگر افسوس ہے کہ بہت سا مواد جو اس کے لئے ضروری تھا ہندوستان میں دستیاب نہ ہو سکا پال ہورن۔ تاریخ ادبیات ایران کے مصنف نے اپنے ایک مضمون میں اس امر پر بحث کی ہے کہ گوئٹے کس حد تک شعرائے فارس کا ممنون ہے لیکن رسالہ نارتھ اینڈ ساؤتھ کا وہ نمبر جس میں مضمون مذکور شائع ہوا تھا نہ ہندوستان کے کسی کتب خانے سے مل سکا نہ جرمنی سے۔ مجبوراً اس دیباچے کی تالیف میں کچھ تو گذشتہ مطالعہ کی یادداشت پر بھروسہ کرتا ہوں اور کچھ مسٹر چارلس ریمی کے مختصر مگر نہایت مفید اور کارآمد رسالے پر جو انہوں نے اس موضوع پر لکھا ہے۔

ابتدائے شباب ہی سے گوئٹے کی ہمہ گیر طبیعت مشرقی تخیلات کی طرف مائل تھی۔ سٹراس برگ میں جہاں وہ قانون کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ اس کی ملاقات جرمن لٹریچر کی مشہور اور قابل احترام شخصیت ہرڈر سے ہوئی جس کی صحبت کے اثرات کو گوئٹے نے خود اپنے سوانح میں تسلیم کیا ہے۔ ہرڈر فارسی جانتا تھا

لیکن چونکہ اخلاقی رنگ اس کی طبیعت پر غالب تھا اس لئے سعدیؔ کی
تصانیف سے اسے نہایت گہری دلچسپی تھی۔ چنانچہ "گلستاں" کے بعض حصوں کا
اس نے جرمن زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے۔ خواجہ حافظؔ کے رنگ سے اُسے چنداں
لگاؤ نہ تھا۔ اپنے معاصرین کو سعدیؔ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھتا ہے "حافظ کے
رنگ میں ہم بہت کچھ نغمہ سرائی کر چکے اس وقت سعدیؔ کے تلمذ کی ضرورت ہے"
لیکن باوجود اس دلچسپی کے جو ہرڈر کو مشرقی لٹریچر سے تھی اس کے اپنے
اشعار اور دیگر تصانیف پر مشرقی لٹریچر کا کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا علیٰ ہذالقیاس
گوئٹے کا دوسرا معاصر شلر بھی جو مشرقی تحریک کے آغاز سے پہلے ہی مر چکا
تھا مشرقی اثرات سے آزاد ہے۔ گو اس بات کو فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ
اس کے ڈراما "توران دخت" کا پلاٹ مولٰنا نظامیؔ کے افسانہ دختر
پادشاہ اقلیم چہارم (ہفت پیکر) سے لیا گیا ہے جس کا آغاز مولٰنا
نے اس شعر سے کیا ہے ؎

"گفت کز جملہ ولائت روس

بود شہرے بہ نیکوئی چو عروس"

۱۸۱۲ء میں فان ہیمر نے خواجہ حافظ کے دیوان کا پورا ترجمہ شائع کیا اور اسی ترجمے کی اشاعت سے جرمن ادبیات میں مشرقی تحریک کا آغاز ہوا۔ گوئٹے کی عمر اس وقت ۶۵ سال کی تھی اور یہ وہ زمانہ تھا جب کہ جرمن قوم کا انحطاط ہر پہلو سے انتہا تک پہنچ چکا تھا۔ ملک کی سیاسی تحریکوں میں عملی حصہ لینے کیلئے گوئٹے کی فطرت موزوں نہ تھی اور یورپ کی عام ہنگامہ آرائیوں سے بیزار ہو کر اس کی بے تاب اور بلند پرواز روح نے مشرقی فضا کے امن و سکون میں اپنے لئے ایک نشیمن تلاش کر لیا۔ حافظ کے ترنم نے اس کے تخیلات میں ایک ہیجانِ عظیم برپا کر دیا جس نے آخر کار "مغربی دیوان" کی ایک پائدار اور مستقل صورت اختیار کر لی۔ مگر فان ہیمر کا ترجمہ گوئٹے کے لئے محض ایک محرک ہی نہ تھا بلکہ اس کے عجیب و غریب تخیلات کا ماخذ بھی تھا۔ بعض بعض جگہ

دیتا ہے۔ اسلامی تاریخ کے بعض واقعات بھی اس نے خوب نظم کئے ہیں مثلاً
محمود غزنوی کی موت۔ محمود کا حملہ سومنات۔ سلطانہ رضیہ وغیرہ۔ گوئٹے کے بعد
مشرقی رنگ کا سب سے زیادہ مقبول شاعر بوڈن شاٹ ہے جس نے اپنی نظموں کو
مرزا شفیع کے فرضی نام سے شائع کیا۔ یہ چھوٹا سا مجموعہ اس قدر مقبول ہوا کہ تھوڑی ہی
مدت میں ۱۴۰ دفعہ شائع ہوا۔ اس شاعر نے عجمی روح کو اس خوبی سے جذب کیا ہے کہ
جرمنی میں مرزا شفیع کے اشعار کو لوگ دیر تک فارسی نظم کا ترجمہ تصور کرتے رہے۔
بوڈن شاٹ نے امیر معزی اور انوری سے بھی استفادہ کیا ہے۔

اس سلسلے میں میں نے گوئٹے کے مشہور معاصر ہائنا کا ذکر ارادۃً نہیں کیا اگرچہ
اس کے مجموعۂ اشعار موسوم بہ "اشعار تازہ" میں عجمی اثر نمایاں ہے اور محمود و فردوسی کے
قصے کو بھی اس نے نہایت خوبی سے نظم کیا ہے تاہم بحیثیت مجموعی مشرقی تحریک سے
اس کا کوئی تعلق نہیں اور اس کی رائے میں گوئٹے کے "مغربی دیوان" کے سوائے
جرمن شعرا کا مشرقی کلام کوئی بڑی وقعت نہیں رکھتا۔ لیکن عجمی جادو کی گرفت

جرمنی کے اس آزادہ رو شاعر کا دل بھی بچ نہ سکا۔ چنانچہ ایک مقام پر اپنے آپ کو عالمِ خیال میں ایک ایرانی شاعر تصور کرتے ہوئے جس کو جرمنی میں جلاوطن کر دیا گیا ہو لکھتا ہے :۔

"اے فردوسی! اے جامی! اے سعدی! تمہارا بھائی زندانِ غم میں اسیر شیراز کے پھولوں کے لئے تڑپ رہا ہے"

کم درجے کے شعرا میں خواجہ حافظ کا مقلد ڈومر، ہرمن سٹال، لوشکے سٹاگ لٹز، نشٹ ہولڈ اور فان شاک بھی قابلِ ذکر ہیں۔ مؤخر الذکر علمی دنیا میں اونچا پایہ رکھتا تھا اس کی نظمیں قصہ انصاف محمود غزنوی اور قصہ ہاروت و ماروت مشہور ہیں اور بحیثیت مجموعی اس کے کلام میں عمر خیام کا اثر زیادہ نمایاں ہے لیکن مشرقی تحریک کی پوری تاریخ لکھنے اور جرمن اور ایرانی شعرا کا تفصیلی مقابلہ کر کے عجمی اثرات کی صحیح وسعت معلوم کرنے کے لئے ایک طویل مطالعہ کی ضرورت ہے جس کیلئے نہ وقت میسر ہے نہ سامان۔ ممکن ہے کہ یہ مختصر سا خاکہ کسی نوجوان کے دل میں

تحقیق و تدقیق کا جوش پیدا کر دے۔

"پیامِ مشرق" کے متعلق جو "مغربی دیوان" سے سو سال بعد لکھا گیا ہے مجھے کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ ناظرین خود اندازہ کر لیں گے کہ اس کا مدعا زیادہ تر ان اخلاقی مذہبی اور ملی حقائق کو پیشِ نظر لانا ہے جن کا تعلق افراد و اقوام کی باطنی تربیت سے ہے۔ اس سے سو سال پیشتر کی جرمنی اور مشرق کی موجودہ حالت میں کچھ نہ کچھ مماثلت ضرور ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اقوامِ عالم کا باطنی اضطراب جسکی اہمیت کا صحیح اندازہ ہم محض اس لئے نہیں لگا سکتے کہ خود اس اضطراب سے متاثر ہیں ایک بہت بڑے روحانی اور تمدنی انقلاب کا پیش خیمہ ہے۔ یورپ کی جنگِ عظیم ایک قیامت تھی جس نے پرانی دنیا کے نظام کو قریباً ہر پہلو سے فنا کر دیا ہے اور اب تہذیب و تمدن کی خاکستر سے فطرت زندگی کی گہرائیوں میں ایک نیا آدم اور اس کے رہنے کے لئے ایک نئی دنیا تعمیر کر رہی ہے جس کا ایک دھندلا سا خاکہ ہمیں حکیم آئن سٹائن اور برگساں کی تصانیف میں ملتا ہے۔ یورپ نے

اپنے علمی اخلاقی اور اقتصادی نصب العین کے خوفناک نتائج اپنی آنکھوں سے
دیکھ لئے ہیں اور سائنر نیٹی (سابق وزیر اعظم اطالیہ) نے "انحطاط فرنگ" کی المخراش
داستان بھی سن لی ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کے نکتہ رس مگر قدامت پرست
مدبرین اس حیرت انگیز انقلاب کا صحیح اندازہ نہیں کر سکے جو انسانی ضمیر میں
اس وقت واقع ہو رہا ہے خالص ادبی اعتبار سے دیکھیں تو جنگ عظیم کی کوفت کے
بعد یورپ کے قوائے حیات کا اضمحلال ایک صحیح اور پختہ ادبی نصب العین کی نشوونما
کے لئے نامساعد ہے۔ بلکہ اندیشہ ہے کہ اقوام کی طبائع پر وہ فرسودہ سست رگ
اور زندگی کی دشواریوں سے گریز کرنے والی مجمیت غالب نہ آجائے جو جذبات قلب
کو افکار دماغ سے متمیز نہیں کر سکتی۔ البتہ امریکہ مغربی تہذیب کے عناصر میں ایک
صحیح عنصر معلوم ہوتا ہے اور اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ یہ ملک قدیم روایات کی
زنجیروں سے آزاد ہے اور اس کا اجتماعی وجدان نئے اثرات و افکار کو آسانی سے
قبول کر سکتا ہے۔

مشرق اور بالخصوص اسلامی مشرق نے صدیوں کی مسلسل نیند کے بعد آنکھ کھولی ہے مگر اقوامِ مشرق کو یہ محسوس کر لینا چاہیئے کہ زندگی اپنے حوالی میں کسی قسم کا انقلاب پیدا نہیں کر سکتی جب تک کہ پہلے اس کی اندرونی گہرائیوں میں انقلاب نہ ہو اور کوئی نئی دنیا خارجی وجود اختیار نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کا وجود پہلے انسانوں کے ضمیر میں متشکل نہ ہو۔ فطرت کا یہ اٹل قانون جس کو قرآن نے اِنَّ اللہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ کے سادہ اور بلیغ الفاظ میں بیان کیا ہے۔ زندگی کے فردی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں پر حاوی ہے اور میں نے اپنی فارسی تصانیف میں اسی صداقت کو مدِ نظر رکھنے کی کوشش کی ہے اس وقت دنیا میں اور بالخصوص ممالک مشرق میں ہر ایسی کوشش جس کا مقصد افراد و اقوام کی نگاہ کو جغرافی [illegible] بالاتر کر کے [illegible] ایک صحیح اور قوی انسانی سیرت کی تجدید یا تولید [illegible] چند اوراق کو اعلیٰ حضرت فرمانروائے [illegible] سے منسوب کیا ہے

کہ وہ اپنی فطری ذہانت و فطانت سے اس نکتے سے بخوبی آگاہ معلوم ہوتے ہیں، اور افغانوں کی تربیت انہیں خاص طور پر مدِ نظر ہے! اس عظیم الشان کام میں خدا تعالےٰ اُن کا حامی و ناصر ہو۔

آخر میں مَیں اپنے دوست چودھری محمد حسین صاحب ایم اے کا سپاس گزار ہوں کہ اُنہوں نے پیامِ مشرق کے مسودات کو اشاعت کے لئے مرتب کیا اگر وہ یہ زحمت گوارا نہ کرتے تو غالباً اس مجموعے کی اشاعت میں بہت تعویق ہوتی۔

اقبال

عشق نامہ تیمور نامہ حکمت نامہ وغیرہ باوجود ان سب باتوں کے گوئٹے کسی فارسی شاعر کا مقلد نہیں۔ اور اس کی شاعرانہ فطرت قطعاً آزاد ہے۔ مشرق کے لالہ زاروں میں اسکی نواپیرائی محض عارضی ہے۔ وہ اپنی مغربیت کو کبھی ہاتھ سے نہیں دیتا اور اسکی نگاہ صرف انہیں مشرقی حقائق پر پڑتی ہے جن کو اس کی مغربی فطرت جذب کر سکتی ہے۔ عجمی تصوف سے اسے مطلق دلچسپی نہ تھی۔ اور گو اسے یہ بات معلوم تھی کہ مشرق میں خواجہ حافظ کے اشعار کی تفسیر تصوف کے نقطۂ نگاہ سے کی جاتی ہے۔ وہ خود تغزل محض کا دلدادہ تھا اور کلام حافظ کی صوفی تعبیر سے اسے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ مولینا روم کے فلسفیانہ حقایق و معارف اس کے نزدیک مبہم تھے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس نے رومی کے کلام پر غائر نگاہ نہیں ڈالی کیونکہ جو شخص سپنوزا (ہالینڈ کا ایک فلسفی جو مسئلہ وحدت الوجود کا قائل تھا) کا مداح ہو اور جس نے برونو (اٹلی کا ایک وجودی فلسفی) کی حمایت میں قلم اٹھایا ہو اس سے ممکن نہیں کہ رومی کا معترف نہ ہو۔

غرضکہ مغربی دیوان کی وساطت سے گوئٹے نے جرمن ادبیات میں عجمی روح

پیدا کرنے کی کوشش کی۔ بعد کے شعرا پلاٹن، روکرٹ اور بوڈن سٹاٹ نے اس
مشرقی تحریک کو جس کا آغاز گوئٹے کے دیوان سے ہوا تکمیل تک پہنچایا۔ پلاٹن نے
ادبی اغراض کے لئے فارسی زبان سیکھی قافیہ ردیف بلکہ ایرانی عروض کے قواعد
کی پابندی سے غزلیں لکھیں رباعیاں لکھیں اور نپولین پر ایک قصیدہ بھی لکھا۔ گوئٹے
کی طرح فارسی استعارات شلاً "عروسِ گل" "زلفِ مشکیں" "لالۂ عذار" کو یہ بھی
بے تکلف استعمال کرتا ہے اور تغزل محض کا دلدادہ ہے۔ روکرٹ عربی۔ فارسی
سنسکرت تینوں مشرقی زبانوں کا ماہر تھا اس کی نگاہ میں فلسفہ رومی کی بڑی وقعت
تھی اور اس کی "غزلیات" زیادہ تر مولٰنا روم ہی کی تقلید میں کہی گئی ہیں چونکہ السنۂ شرقیہ
کا عالم تھا اس لئے اس کی مشرقی نظم کے مواخذ بھی وسیع تر تھے۔ مخزن الاسرار نظامی
بہارستانِ جامی۔ کلیاتِ امیر خسرو گلستانِ سعدی۔ مناقب العارفین عیارِ دانش
منطق الطیر۔ ہفت قلزم وغیرہ جہاں جہاں سے حکمت کے موتی ملتے ہیں رول لیتا
ہے۔ بلکہ اسلام سے پہلے کی ایرانی روایات وحکایات سے بھی اپنے کلام کو زینت

اِس کی نظم خواجہ کے اشعار کا آزاد ترجمہ معلوم ہوتی ہے اور بعض جگہ اُس کی قوتِ تخیل کسی خاص مصرع کے اثر سے ایک نئی شاہراہ پر پڑ کر زندگی کے نہایت دقیق اور گہرے مسائل پر روشنی ڈالتی ہے۔ گوئٹے کا مشہور سوانح نگار بیل سوشکی لکھتا ہے:-

"بلبلِ شیراز کی نغمہ پردازیوں میں گوئٹے کو اپنی ہی تصویر نظر آتی تھی۔ اس کو کبھی کبھی یہ احساس بھی ہوتا تھا۔ کہ شاید میری روح ہی حافظ کے پیکر میں رہ کر مشرق کی سرزمین میں زندگی بسر کر چکی ہے۔ وہی زمینی مسرت وہی آسمانی محبت" وہی سادگی، وہی عمق، وہی جوشِ حرارت، وہی وسعتِ مشرب وہی کشادہ دلی اور وہی قیود و رسوم سے آزادی! غرضکہ ہر بات میں ہم اُسے حافظ کا مثیل پاتے ہیں جس طرح حافظ لسان الغیب و ترجمانِ اسرار ہے اسی طرح گوئٹے بھی ہے اور جس طرح حافظ کے بظاہر سادہ الفاظ میں ایک جہانِ معنی آباد ہے اسی طرح گوئٹے کے بیساختہ پن میں بھی حقائق و اسرار جلوہ افروز ہیں۔ دونوں سے

امیر و غریب سے خراج تحسین وصول کیا۔ دونوں نے اپنے اپنے وقت کے عظیم الشان فاتحوں کو اپنی شخصیت سے متاثر کیا (یعنی حافظ نے تیمورؔ کو اور گوئٹے نے نپولین کو) اور دونوں عام تباہی اور بربادی کے زمانے میں طبیعت کے اندرونی اطمینان و سکون کو محفوظ رکھ کر اپنی قدیم ترنم ریزی جاری رکھنے میں کامیاب رہے۔"

خواجہ حافظ کے علاوہ گوئٹے اپنے تخیلات میں شیخ عطار، سعدی، فردوسی اور عام اسلامی لٹریچر کا بھی ممنونِ احسان ہے۔ ایک آدھ جگہ ردیف و قافیہ کی قید سے غزل بھی لکھی ہے۔ اپنی زبان میں فارسی استعارات بھی (مثلاً "گوہرِ اشعار" "تیرِ مژگاں" "زلفِ گرہ گیر") بے تکلف استعمال کرتا ہے بلکہ فارسیت کے جوش میں امرد پرستی کی طرف اشارات کرنے سے بھی احتراز نہیں کرتا۔ دیوان کے مختلف حصوں کے نام بھی فارسی ہیں مثلاً مغنی نامہ، ساقی نامہ

ا۔ خواجہ حافظ اور تیمور کی ملاقات کی روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ خواجہ کا انتقال تیموری فتح تبریز سے پہلے ہو چکا تھا۔

فہرست مطالب

شمار	نظم	صفحہ
۱	دیباچہ	ا تا ن
۲	پیش کش	ا تا ۸
۳	لالۂ طور (رباعیات)	۱۱ تا ۹۴
	افکار	
۴	گل نخستیں	۹۵
۵	دعا	۹۶
۶	ہلال عید	″
۷	تسخیر فطرت	۹۷
۸	بوئے گل	۱۰۱
۹	نوائے وقت	۱۰۲
۱۰	فصل بہار	۱۰۴
۱۱	حیات جاوید	۱۰۸
۱۲	افکار انجم	۱۰۹
۱۳	زندگی	۱۱۰
۱۴	محاورہ علم و عشق	۱۱۱
۱۵	سرود انجم	۱۱۲
۱۶	نسیم صبح	۱۱۶
۱۷	پند باز با بچہ خویش	۱۱۷
۱۸	کرم کتابی	۱۱۹
۱۹	کبر و ناز	۱۲۰
۲۰	لالہ	۱۲۱
۲۱	حکمت و شعر	۱۲۲
۲۲	کرمک شب تاب	۱۲۴
۲۳	حقیقت	۱۲۵
۲۴	حدی	۱۲۵
۲۵	قطرۂ آب	۱۳۰
۲۶	محاورہ ما بین خدا و انسان	۱۳۲
۲۷	ساقی نامہ	۱۳۳
۲۸	شاہین و ماہی	۱۳۵
۲۹	کرمک شب تاب	۱۳۶
۳۰	تنہائی	۱۳۷
۳۱	شبنم	۱۳۸
۳۲	عشق	۱۴۲
۳۳	اگر خواہی حیات اندر خطر زی	۱۴۳
۳۴	جہان عمل	۱۴۴
۳۵	زندگی	۱۴۵
۳۶	حکمت فرنگ	۱۴۶
۳۷	حور و شاعر	۱۴۷
۳۸	زندگی و عمل	۱۵۰

مطبوعہ مطبع [illegible] حیدرآباد دکن

صفحہ	نظم	شمار	صفحہ	نظم	شمار
٢٣٥	فلسفہ و سیاست	٥٩	١٥٠	الملک للہ	٣٩
٢٣٦	صحبتِ رفتگاں	٦٠	١٥١	جوئے آب	٤٠
٢٣٨	نیٹشے	٦١	١٥٣	نامۂ عالمگیرؒ	٤١
٢٣٩	حکیم آئن سٹائن	٦٢	١٥٤	بہشت	٤٢
٢٤٠	بائرن	٦٣	١٥٥	کشمیر	٤٣
٢٤١	نیٹشا	٦٤	١٥٦	عشق	٤٤
٢٤٢	جلال و ہیگل	٦٥	١٥٧	بندگی	٤٥
٢٤٣	پیٹوفی	٦٦	″	غلامی	٤٦
٢٤٤	محاورہ مابین حکیم فرنسوی آگسٹ کومٹ و مزدور	٦٧	١٥٨	چیستانِ شمشیر	٤٧
٢٤٥	ہیگل	٦٨	″	جمہوریت	٤٨
٢٤٦	جلال و گوئٹے	٦٩	١٥٩	بہ مبلغ اسلام در فرنگستان	٤٩
٢٤٧	پیغامِ برگساں	٧٠	١٦٠	غنی کشمیری	٥٠
٢٤٨	میخانۂ فرنگ	٧١	١٦١	خطاب بہ مصطفےٰ کمال پاشا	٥١
٢٤٩	موسولینی و قیصر ولیم	٧٢	١٦٢	طیّارہ	٥٢
٢٥١	حکما	٧٣	١٦٣	عشق	٥٣
٢٥٢	شعرا	٧٤	١٦٤	تہذیب	٥٤
٢٥٣	خراباتِ فرنگ	٧٥		مے باقی	
٢٥٤	خطاب بہ انگلستان	٧٦	١٦٥ تا ٢٢٢	(غزلیات)	٥٥
٢٥٥	قسمت نامۂ سرمایہ دار و مزدور	٧٧		نقشِ فرنگ	
٢٥٧	نوائے مزدور	٧٨	٢٢٥	پیام	٥٦
٢٥٨	آزادیٔ بحر	٧٩	٢٢٣	جمعیت الاقوام	٥٧
٢٥٩ تا ٢٦٤	خردہ	٨٠	٢٣٤	شوپن ہار و نیٹشے	٥٨
٢٦٥ تا ٢٣٦	فرہنگ				

پیشکش

بحضور اعلیٰ حضرت امیر امان اللہ خان

فرماں روائے دولتِ مستقلۂ افغانستان

خلد اللہ ملکہ و ابد دولتہ

اے امیر کامگار اے شہریار   نوجوان و مثلِ پیراں پختہ کار
چشم تو از پردہ ہا محرم است   دل میانِ سینہ ات جامِ جم است
عزم تو پایندہ چوں کہسارِ تو   حزم تو آساں کند دشوارِ تو
ہمت تو چوں خیالِ من بلند   ملتِ صد پارہ را شیرازہ بند

هدیه از شاهنشهان داری بسے　　لعل و یاقوت گران داری بسے

اے امیر، ابنِ امیر، ابنِ امیر

هدیۂ از بینوائے هم پذیر

تا مرا رمزِ حیات آموختند　　آتشے در پیکرم افروختند

یک نوائے سینه تاب آورده ام　　عشق را عهدِ شباب آورده ام

پیرِ مغرب شاعرِ المانوی (۱)　　آں قتیلِ شیوه هائے پهلوی

بست نقشِ شاهدانِ شوخ و شنگ　　داد مشرق را سلامے از فرنگ

در جوابش گفته ام پیغامِ شرق　　ماهتابے ریختم بر شامِ شرق

تا شناسائے خودم خودبیں نیم　　با تو گویم او که بود و من کیم

او ز افرنگی جواناں مثلِ برق　　شعلۂ من از دمِ پیرانِ شرق

او چمن زادے چمن پروردۂ　　من دمیدم از زمینِ مردۂ

او چو بلبل در چمن فردوسِ گوش　　من بصحرا چوں جرس گرمِ خروش

(۱) شاعر المانوی گوئٹے

ہر دو دانائے ضمیرِ کائنات ۔۔۔ ہر دو پیغامِ حیات اندر ممات
ہر دو خنجر صبح خند آئینہ فام ۔۔۔ او برہنہ من ہنوز اندر نیام
ہر دو گوہر ارجمند و تاب دار ۔۔۔ زادۂ دریائے ناپیدا کنار
او ز شوخی در تہِ قلزم تپید ۔۔۔ تا گریبانِ صدف را بر درید
من بآغوشِ صدف تابم ہنوز ۔۔۔ در ضمیرِ بحر نایابم ہنوز
آشنائے من ز من بیگانہ رفت ۔۔۔ از خمستانم تہی پیمانہ رفت
من شکوہِ خسروی او را دہم ۔۔۔ تختِ کسریٰ زیرِ پائے او نہم
او حدیثِ دلبری خواہد ز من ۔۔۔ رنگ و آبِ شاعری خواہد ز من
کم نظر بیتابیٔ جانم ندید ۔۔۔ آشکارم دید و پنہانم ندید
فطرتِ من عشق را در بر گرفت ۔۔۔ صحبتِ خاشاک و آتش در گرفت
حق رموزِ ملک و دیں بر من کشود ۔۔۔ نقشِ غیر از پردۂ چشمم ربود
برگِ گل رنگیں ز مضمونِ من است ۔۔۔ مصرعِ من قطرۂ خونِ من است

تا نه پنداری سخن دیوانگیست — در کمالِ این جنون فرزانگیست

از هنر سرمایه دارم کرده اند — در دیارِ هند خوارم کرده اند

لاله و گل از نوایم بی نصیب — طائرم در گلستانِ خود غریب!

بسکه گردون سفله و دون پرور است

وائے بر مردے کہ صاحب جوہر است

دیده‌ ای خسروِ کیوان جناب — آفتابِ ما توارت بالحجاب

ابطحی در دشتِ خویش از راه رفت — از دمِ او سوزِ الا اللہ رفت

مصریان افتاده در گردابِ نیل — سست رگ تورانیان ژنده پیل

آلِ عثمان در شکنجِ روزگار — مشرق و مغرب ز خونش لاله زار

عشق را آئینِ سلمانی نماند — خاکِ ایران ماند و ایرانی نماند

سوز و سازِ زندگی رفت از گلش — آن کهن آتش فسرد اندر دلش

مسلمِ هندی شکم را بنده‌ ای — خود فروشی دل ز دین برکنده‌ ای

در مسلمان شانِ محبوبی نماند
خالدؓ و فاروقؓ و ایوبیؒ نماند

ای ترا فطرت ضمیرِ پاک داد — از غمِ دین سینۂ صد چاک داد
تازہ کن آئینِ صدیقؓ و عمرؓ — چون صبا بر لالۂ صحرا گذر
ملتِ آوارۂ کوہ و دمن — در رگِ او خونِ شیران موجزن
زیرک و روئین تن و روشن جبین — چشمِ او چون جرّہ بازان تیزبین
قسمتِ خود از جہان نایافتہ — کوکبِ تقدیرِ او ناتافتہ
در قہستان خلوتی ورزیدۂ — رستخیزِ زندگی نادیدۂ
جانِ تو بر محنتِ پیہم صبور — کوش در تہذیبِ افغانِ غیور

تا ز صدیقانِ این امت شوی
بہرِ دین سرمایۂ قوت شوی

زندگی جہد است و استحقاق نیست — جز بعلمِ انفس و آفاق نیست

گفت حکمت را خدا خیرِ کثیر
ہر کجا ایں خیر را بینی بگیر

سیّدِ کُل، صاحبِ امّ الکتاب
پردگیہا بر ضمیرش بیحجاب

گرچہ عینِ ذات را بے پردہ دید
رَبِّ زِدْنِی از زبانِ او چکید

علمِ اشیا علّم الاسماستے
ہم عصا و ہم یدِ بیضاستے

علمِ اشیا داد مغرب را فروغ
حکمتِ او ماست می بندد ز دوغ

جانِ ما را لذّتِ احساس نیست
خاکِ رہ جز ریزۂ الماس نیست

علم و دولت نظمِ کارِ ملت است
علم و دولت اعتبارِ ملت است

آں یکے از سینۂ احرار گیر
واں دگر از سینۂ کہسار گیر

دشنہ زن در پیکرِ ایں کائنات
در شکم دارد گہر چوں سومنات

لعلِ ناب اندر بدخشانِ تو ہست
برقِ سینا در قہستانِ تو ہست

کشورِ محکم اساسے بایدت؟
دیدۂ مردم شناسے بایدت

ای بسا آدم که ابلیسی کند ای بسا شیطان که ادریسی کند

رنگِ او نیرنگ و بودِ او نمود اندرونِ او چو داغِ لاله دود

پاکباز و کعبتینِ او دغل ریمن و غدر و نفاق اندر بغل

درنگر ای خسروِ صاحب نظر نیست هر سنگی که می تابد گهر

مرشدِ رومی حکیمِ پاک زاد سرِّ مرگ و زندگی بر ما کشاد

"هر هلاکِ امتِ پیشین که بود
زانکه بر جندل گمان بردند عود" (رومی)

سروری در دینِ ما خدمت گری است عدلِ فاروقی و فقرِ حیدری است

در هجومِ کارهای ملک و دین با دلِ خود یک نفس خلوت گزین

هر که یک دم در کمینِ خود نشست هیچ نخچیر از کمندِ او نجست

در قبای خسروی درویش زی دیده بیدار و خدا اندیش زی

قایدِ ملت شهنشاهِ مراد تیغ او را برق و تندر خانه زاد

هم فقیرے هم شهِ گردوں فرے	اردشیرے با روانِ بوذرے

غرق بودش در زره بالا و دوش	در میانِ سینه دل موئینه پوش

آں مسلمانان که میری کرده اند	در شهنشاهی فقیری کرده اند

در امارت فقر را افزوده اند	مثلِ سلمانؓ در مدائن بوده اند

حکمرانے بود و سامانے نداشت	دستِ او جز تیغ و قرآنے نداشت

هر که عشقِ مصطفیٰؐ سامانِ اوست	بحر و بر در گوشهٔ دامانِ اوست

سوزِ صدیقؓ و علیؓ از حق طلب	ذرهٔ عشقِ نبیؐ از حق طلب

زانکه ملت را حیات از عشقِ اوست	برگ و سازِ کائنات از عشقِ اوست

جلوهٔ بے پردهٔ او وا نمود	جوهرِ پنهاں که بود اندر وجود

روح را جز عشقِ او آرام نیست	عشقِ او روزیست کو را شام نیست

اقبال

لَالۂِ طُوْر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لالۂ طور

شہید ناز او بزم وجود است
نیاز اندر نہاد ہست و بود است
نمی بینی کہ از مہر فلک تاب
بسیمای سحر داغ سجود است

۳

دل من و تن از سوز درون است
جهان پیش چشمم از اشک خون است
ز رمز زندگی بیگانه تر باد
کسی کو عشق را گوید جنون است

۴

بیا عاشق بیاموز رموز دل بهر عشق
برافشان غنچه ی پیدای دل بهر عشق
شقایق همره او آتش شکاف است
بسازی دیده را بی دل بهر عشق

۴

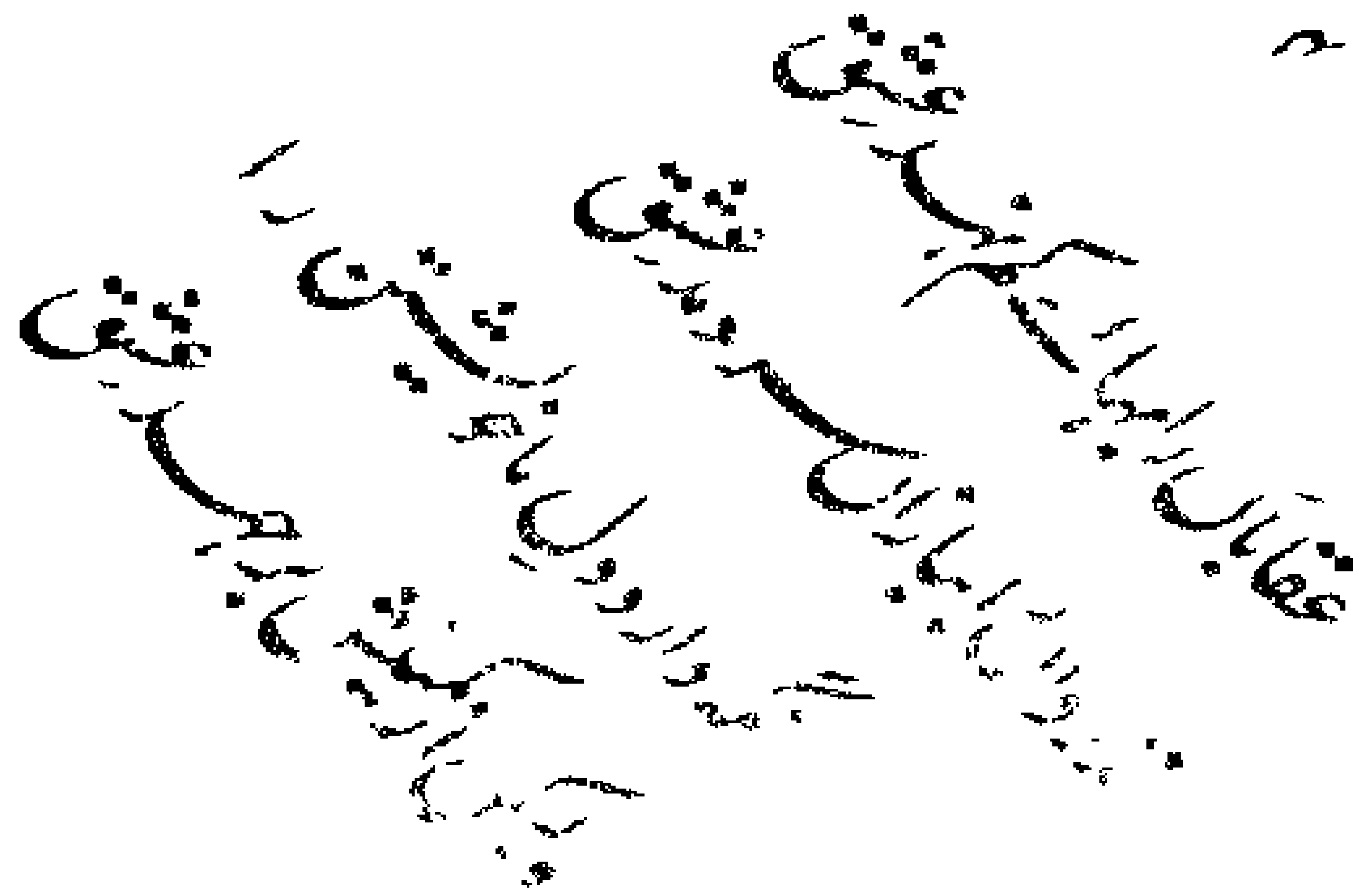

۵

بنده سگ از محبت با وفا است
بیابد سگ ز محبت با نگار است
بدید لاله با داغ سنگ آب
دل لعل پریشان بیقرار است

ز گلشن پریشان سنبل بچه
ز مرحمی خواهد کرم چه
[illegible]

۶

بجان مشتاق گل دل حاصل اوست

بپیش نقطه‌ای مشکل اوست

نگاه یار و تیر پیکان نیست دوات

بجانان کسی اندر دل اوست

۹

سحر گفت بلبل باغبان را

درین گل جز بدنبال غم نبینید

بپیری کاری از ستان بیابان

درختی که با جوانان کرد باید

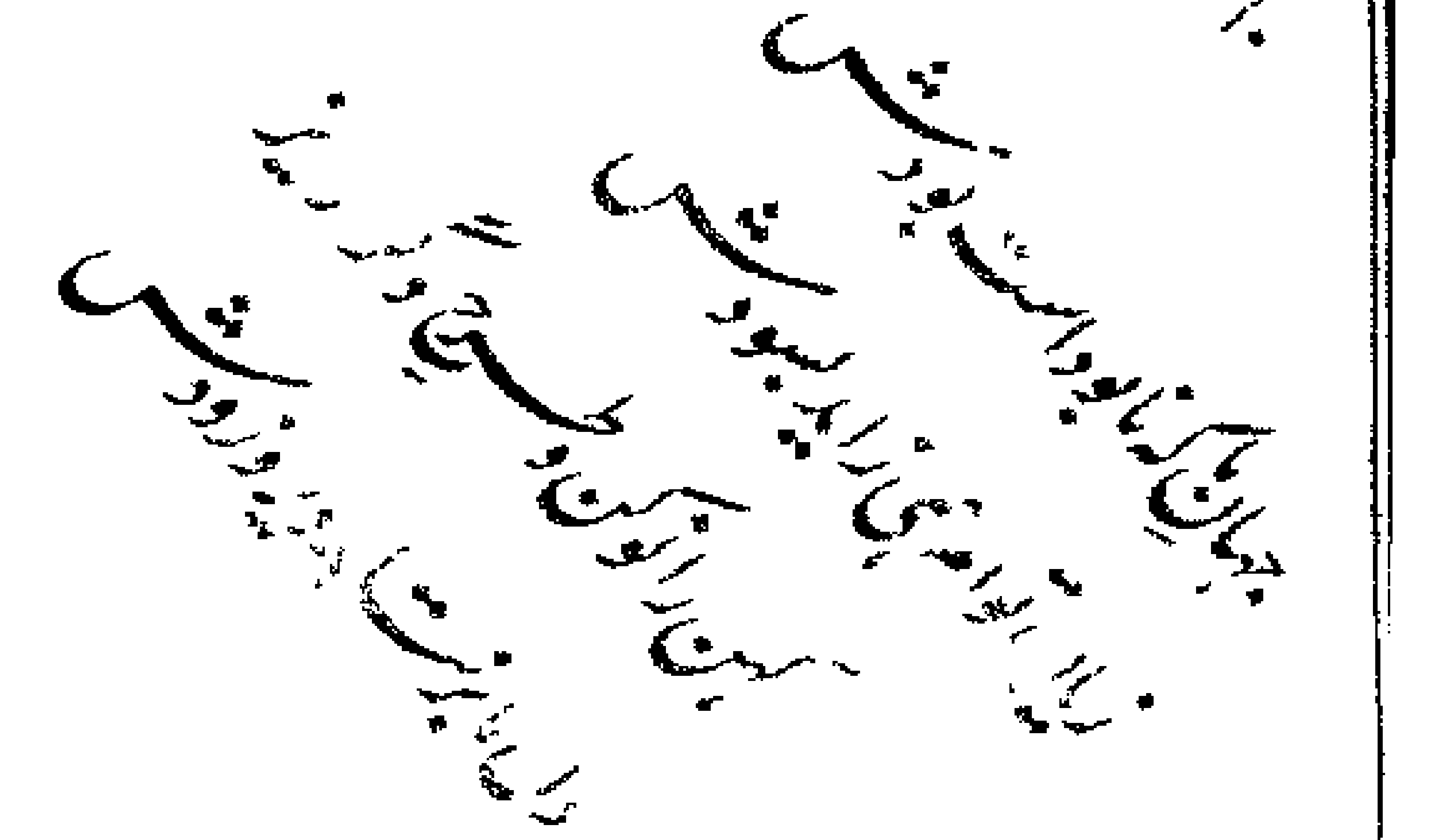

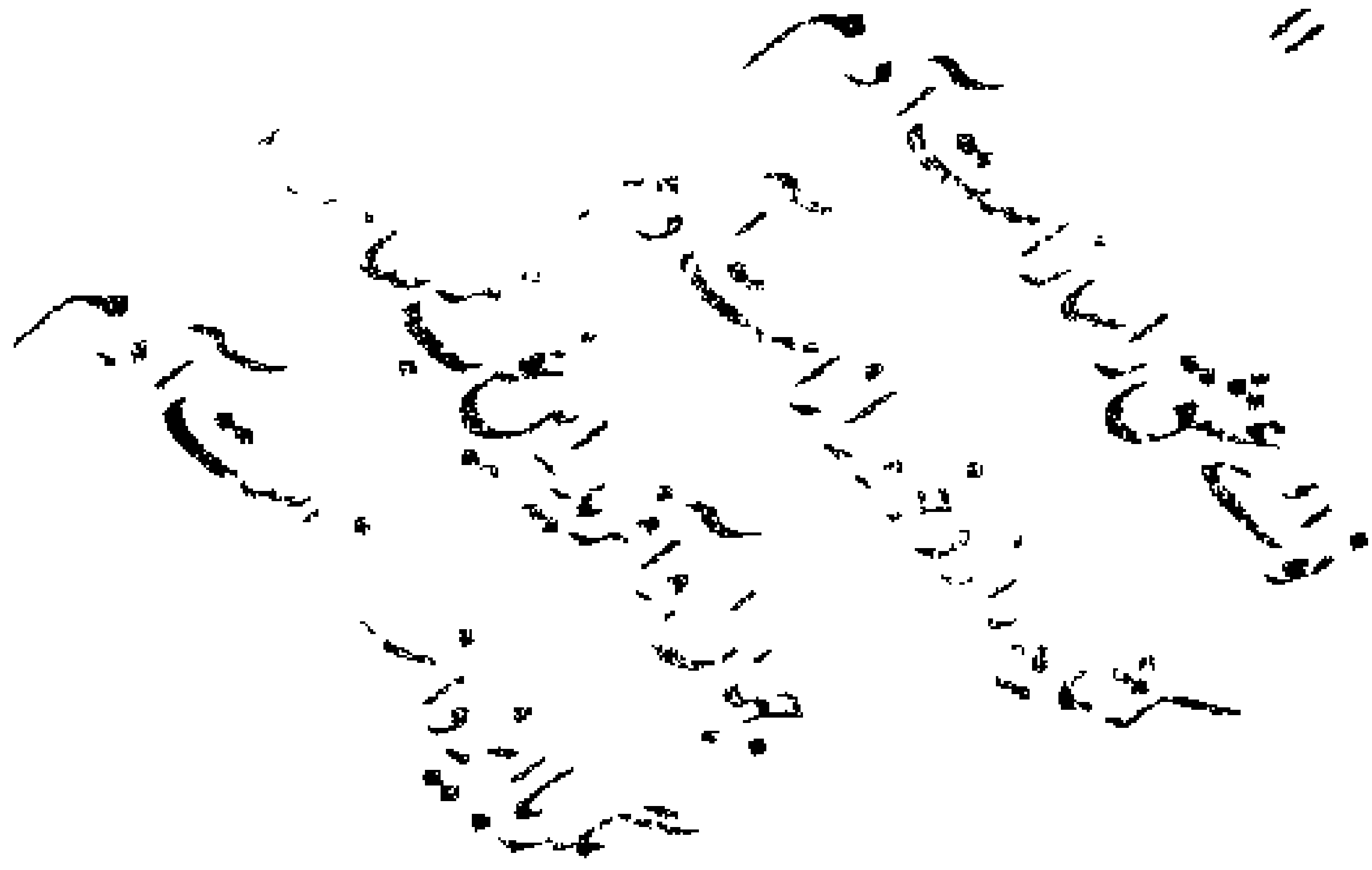

مط

بمن از جان سر و قد رعنا زینہ
بمدار از جہاں اراز زینہ
کہ از روی حقیقت ستارہ زینہ
بیاں با و سر ارا زینہ

مط

دلا تا از ان بیش بر دانستے
بجز بی تشیعی و سر دانستے
بجز ابروی تو انبار نشین سوز
کہ از قرب تو نشین سالہ دانستے

۱۴

نبیند کس ز پشت نقاب
[illegible] آنکه بے حجاب
درون او دل [illegible] شتاب
[illegible] کسان [illegible]
[illegible]

۱۵

[illegible] گل طراوت [illegible] ساخت
بهار از [illegible] ساخت
دل ساقی [illegible] دارد
[illegible] ساخت

۱۶

بیزاران وزیر بس بمن گفت
بر غزلی گفت با بیتی
ور بیش بسی نمی آرزو
صد بار ز دل بی آرزوی

۱۷

ترسم تحفه ام ... آنجا
از بس باز تری
...
... مشتاق

۱۸

بی یار دمی در جهان نتوان بود
یکبار ز سنگ بیگانه بود
بیدار عشق و این بیگانه عشق
گر دل چون فرزانه بود

۱۹

ترا تازه پرواز آفرینی
سرا پا ذوق پرواز آزادی
بی آسمان پروا دارد
از ذوق پریدن پریشانی

۲۰

چو دلبر با یار بسی مست و بود است

دل بر زده در رخ بس نبود است

پیمان کن از راه پی غنچه عیش

تنها نه ز راز دل و دیده است

۲۱

شبنم وادی علم و پیر وادی کلفت

دم از بکی تا به فیض ثبت

با این کس ... سر

... بنشین

۴۲

سلطان ان امر حج است در دل
گر روشن تر زجان جبین بیداست
بنگر که بس ارم آزار ز دنیا وال
گر این بنده ازان ... است

۴۳

بر پیش ساتی ایا ازان ادل
زانچه گدارای دل ایا ان
با ما آر آر آزاده ...
...

۲۴

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

۲۵

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

۳۹

چو بیکس بنگری بر سر تو

که هر کس حیات از من نبینی

نه بینی یا به نداری

که بی‌جا نه داری نبینی

۴۰

بیا ان آن یار بیت

گرفتار نفس آورآ تو

از دردمندی ... واندر آ

سخن ان ... بیشتر ... و

۲۸

تا از تو بیش بیگانه زر
من آن کسم که از باب نه دارم
با راز مه نگینانم
یکی چو شکیبائی ندارم

۲۹

زبان بیغ زبر است
گر جان بشنوی عیب نیست
نباید از سست اندر سخن
بیا بر ساحل غم و عیب نیست

۳۰

با دل از او دل طلوع و عشق تنیست
قوت آن از زن جهان لطیف و سر تیست
بعدی آنچه هست داند سخت حس بیش
یا دارای بست معمار سر تیست

۳۱

ز مرغان چمن ناله آشیانیم
بنج استیال بنیال آشیانیم
کرانه دل از سر کران آیم
کنجی تن آزاد و از نوایم

۴۲

جهان یارب چه خوش هنگامه دارد
همه را مست یک پیمانه کردی
نگه را با نگه آمیز دادی
دل از دل جان ز جان بیگانه کردی

۴۳

سکندر با خضر خوش نکته گفت
شریک سوز و ساز بحر و بر شو
تو این جنگ از کنار عرصه بینی
بمیر اندر نبرد و زنده تر شو

۳۴

ستیعب را کمیل جمع نگار
پریشان و جمع نگار
طیبا و بکین سخن ز لب تو بر ضیبت
نگار ز ز دل بنیم نگار

۳۵

گر دست نگار نعل زیان
دل صد پاره و تنها یاران
زا بر نوبر ال ارا رسا تیر
کز آن تیر تو دیده زاران

۳۶

دادم به نقش سپهر تازه بتازه

بیک صورت و از اینها نیست

کز امر و ز تصور دورست

بیچاره ز سر از اینها نیست

۳۷

چو روز نخست مرا در طبعت آرا

قایست بجنبه در فضل او تا بیت

بی عوض از امر ز ظاهر تا بیت

بیکان را بشنو از دل ثابت

۳۴

چه می‌پرسی میان سینه دل چیست
خرد چون سوز پیدا کرد دل شد
دل از ذوق تپش دل بود لیکن
چو یک دم از تپش افتاد گل شد

۳۵

خرد گفت او بچشم اندر نگنجد
نگاه شوق در امید و بیم است
نمی‌گردد کهن افسانهٔ طور
که در هر دل تمنای کلیم است

۴۰

سرنوشت و سجده و پیمانه و دیر
چو این پیشت که بیرون آمدی
بتیغ غیرت بتان چون زان است
نه ای غافل که بیرون آمدی

۴۱

بپیچم در پی ابنای ازل
زبان این و آن آزاد و رنجم
چو باید صبح آید دیده را پیچ
کلاه آب و رنگ داده و رنجم

۴۳

سفالم را مئ او جام جم کرد
درون قطره‌ام پوشیده یم کرد
خرد اندر سرم بتخانه‌ای ریخت
خلیل عشق دیرم را حرم کرد

۴۴

بجو باز آور و درد کهن را
مئ برنا که من در جام کردم
من این مئ چون مغان درویش
ز چشم مست ساقی وام کردم